برصغیر میں مسلم تاریخ نگاری

آغاز وارتقاء

حافظ محمد بلال اعجاز *

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں نے اپنی آمد کے ساتھ ہی علوم وفنون کی نشرواشاعت اور ترقی میں نمایاں طور پر حصہ لیا اور ملک کے ہر ہر گوشے میں علمی و ادبی سرگرمیوں کا جال بچھا دیا۔ ان کوششوں میں جہاں شاہان اسلام نے اپنے کلاسیکل دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے لئے مدارس اور تعلیم و تعلم کے حلقوں کی سرپرستی کی وہیں ان کا یہ احسان بھی ناقابل فراموش ہے کہ انہوں نے اپنی مذہبی رواداری اور وسیع النظری سے کام لیتے ہوئے ہندوؤں کے قدیم مذہبی علوم کی کتابوں کی فراہمی اور حفاظت میں بڑی کوششیں کیں۔ اس حوالے سے مسلمان علماء میں سے ابو ریحان البیرونیؒ کی تصنیفی رواداری کا ذکر کرتے ہوئے سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ لکھتے ہیں کہ

''اس نے (البیرونی) اپنی رواداری، بے تعصبی، وسیع المشربی اور فراخ دلی سے کام لے کر ہندوؤں کے علوم و فنون کی وہ خدمت کی ہے جس کے احسان سے ہندو کیا پورا ہندوستان سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے علوم وفنون پر جو پردہ پڑا ہوا تھا اس کو اپنی کتاب الہند کے ذریعے سے بالکل اٹھا دیا۔ ہندوؤں کے مذہبی عقلی اور حسی عقائد و خیالات اور ان کی مقدس کتابوں مثلاً بید، پران ان کی پرستش گاہوں۔ ان کے تہواروں، ان کے نجوم، ریاضی، ہیئت، عروض، تناسخ اور قانون وراثت وغیرہ پر اس نے نہایت مستند معلومات جمع کر کے غالباً پہلی دفعہ غیر ہندوؤں تک پہنچایا ان کو پڑھتے وقت مطلق محسوس نہیں ہوتا کہ اس کا لکھنے والا کوئی غیر مذہب کا ہے اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان علمی سفارت کا بھی کام انجام دیا۔ عربوں اور ایرانیوں کو ہندوؤں کے علوم اور ہندوؤں کو عربوں اور ایرانوں کی تحقیقات سے آگاہ کیا۔'' (۱)

غرض درج بالا اقتباس سے مسلمانوں کے ہاں علوم وفنون کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے دلچسپی اور تصنیفی رواداری کا بخوبی انداز ہوتا ہے۔

دیگر علوم وفنون سے قطع نظر جب ہم ''علم تاریخ'' کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل اس حوالے سے کوئی نقوش و آثار نہیں ملتے۔ ہندو اس علم میں بالکل تہی دامن نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں اس حوالے سے کوئی تصنیفی و تالیفی نقوش و آثار نہیں ملتے۔ ڈاکٹر گستاولی بان اپنی کتاب ''تمدن ہند'' میں لکھتا ہے کہ:

---

* اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

''قدیم ہند کی کوئی تاریخ نہیں ان کی کتابوں میں مطلقاً تاریخی واقعات درج نہیں اور نہ ان کی عمارات اور یادگاروں سے اس کمی کی تلافی ہوئی ہے کیونکہ پرانی سے پرانی یادگار بھی بمشکل تیسری صدی عیسوی سے حاصل کی ہے۔ علاوہ چند مذہبی کتابوں کے جن میں بعض تاریخی واقعات کہانیوں اور حکایات کے اندر دفن ہیں قدیم ہند کے حالات معلوم کرنا اسی قدر مشکل ہے جیسا کہ اس خیالی جزیرہ اٹلانٹس کا جو بقول افلاطون انقلاب ارضی کی وجہ سے تباہ ہو گیا۔''

آگے لکھتے ہیں کہ

''ہندوستان کا تاریخی زمانہ فی الواقع مسلمانوں کی فوج کشی کے بعد سے شروع ہوا اور ہندوستان کے پہلے مورخ مسلمان ہیں۔''(۲)

ڈاکٹر اشیاق حسین قریشی اس حوالے سے لکھتے ہیں

"The other two great civilizations with which the Arab came into close contact were whose of the Iranians and the Hindus. The Hindus never developed an interest in history. There is little indication of the Iranians possessing any notable historical literature at the time of the muslim conquest." (3)

غرض اس ساری بحث سے واضح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تاریخ نویسی کا آغاز مسلمانوں کی آمد سے شروع ہوا۔ سلاطین دہلی اور شاہان مغلیہ کے عہد میں بڑے بڑے مورخین پیدا ہوئے جنہوں نے اس علم کو منتہائے کمال پر پہنچا دیا۔ تاریخی تصانیف کثرت سے لکھی گئیں اور بقول سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ

''تیموریوں کے دربار میں تاریخ نویسی اور واقعہ نگاری کا ایک باضابطہ محکمہ قائم تھا۔''(۴)

آگے صفحات میں برصغیر میں مسلم تاریخ نگاری کے حوالے سے عہد سلاطین اور شاہان مغلیہ کے حوالے سے تاریخ نگاری کا ایک مختصراً جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی خدمات کے اس پہلو کے اندازے کے ساتھ مسلمان مورخین کے ہاں تاریخ نگاری کی رجحانات کا بھی اندازہ ہو سکے۔

مسلمانوں کے ہاں اس علم کے ساتھ اعتناء کے نتیجے میں ہندوؤں کے ہاں بھی اس بات کی رغبت پیدا ہوئی اور انہوں نے ''علم تاریخ'' کی طرف توجہ شروع کی۔ سید سلیمان ندویؒ نے اس حوالے سے اپنی کتاب ''ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں'' ان ہندوؤں اہل علم کی تفصیلات بہم پہنچائی ہیں جنہوں نے تاریخی تصانیف لکھنے کا آغاز کیا، غرض برصغیر میں تاریخی تصانیف کی تحریر کا آغاز مسلمانوں کی آمد کے بعد شروع ہوا۔(۵)

۱۔ صدر الدین محمد بن حسن نظامی، تاج المآثر

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے باقاعدہ قیام کے بعد سلطان قطب الدین ایبک کی خواہش پر لکھی جانے والی پہلی تاریخی تصنیف ''تاج الماثر'' ہے۔ آپ کے احوال و آثار کی تفصیل کسی معاصر تذکرے و تاریخ میں نہیں ملتی۔ نامور مورخ خلیق نظامی نے تاریخ گزیدہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ صاحب چہار مقالہ نظامی عروضی سمرقندی کے بیٹے تھے۔(۶)

حسن نظامیؒ نے ''تاج الماثر'' ۶۰۲ھ میں لکھنی شروع کی اور ۶۲۶ھ میں یہ مکمل ہوئی اس میں ۵۸۷ھ سے لے کر ۶۱۲ھ تک کے واقعات شامل ہیں۔ اس میں سلطان شہاب الدین غوریؒ، قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین ایلتمش کے عہد کی تفصیل مہیا کی گئی ہے۔ کتاب کا زیادہ تر حصہ سلطان شہاب الدین غوری کے حملوں کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب چونکہ قطب الدین ایبکؒ اور ایلتمشؒ کے حالات میں اولین تاریخ ہے اس لئے اس کی تاریخی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔(۷)

طرز تحریر:

پوری کتاب شروع سے آخر تک مرصع و مسجع عبارت میں لکھی گئی ہے اور تحریر میں طرح طرح کے انداز اپنائے ہیں۔ چونکہ آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اس لئے دوران مطالعہ جابجا اشعار ملتے ہیں۔ خلیق نظامی تاج المآثر کے طرز تحریر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

The style and diction of Taj-u'l-Ma'asir is ornate and grandiloquent but has a majestic flow of words and cadences, the effect of which is heightened by the appropriate use of Persian and Arabic verses. He quotes from 'Unsuri, Sa'd Salman, Sana'i Minuchahri, Khaqani, Zahir Faryabi and other poets which shows his extensive knowledge of the classicial literature."(8)

طرز تحریر کے مرصع و مسجع انداز کے ہونے کے باوجود تاریخی واقعات کے بیان میں مکمل طور پر استناد پایا جاتا ہے۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ لکھتے ہیں کہ

''تاج المآثر کے انشاء کے تکلف تصنع اور آورد کے باوجود اس کے تاریخی واقعات میں سقم نہیں پایا جاتا۔ اس کا مؤلف ہندوستان کا پہلا مورخ ہے جس کی اصل کتاب محفوظ رہی اور اسی کی بدولت قطب الدین ایبک کی زندگی کے حالات بعد کی نسلوں کو معلوم ہوئے، ورنہ ہندوستان کے پہلے مسلمان فرمانروا کے بعض اہم کارناموں پر

تاریکی کا پردہ پڑا رہتا۔ تاریخ فخر الدین مبارک شاہی کے مؤلف نے قطب الدین ایبک کے تھوڑے بہت حالات اسی کو سامنے رکھ کر قلمبند کیئے ہیں، طبقات ناصری سے قطب الدین ایبک کے حالات ضرور معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ کچھ ایسے مختصر ہیں کہ ایبک کی ابتدائی زندگی خصوصاً اس کی سپہگری اور نبرد آزمائی کی تفصیلات اس سے ظاہر نہیں ہوتی ہیں۔ تاج المآثر کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی ہوشمند سپہ سالار اور شیر دل سپاہی تھا۔ بڑی تیز رفتاری سے اپنے ہمراہ فوجیوں کو راستے طے کراتا۔ جبتوان کے خلاف ہانسی کی طرف فوج لے کر بڑھا تو ایک رات میں تقریباً ۴۵ میل کی مسافت طے کی۔ اپنے نیزوں سے میدان جنگ میں قوی ہیکل ہاتھیوں کو گرا کر موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ کول کی جنگ میں تین ہاتھیوں کو اپنے تیروں سے ڈھیر کر دیا۔ اپنے آقا معزالدین سام کے ساتھ بنارس کی جنگ میں شریک ہونے کے لیے دہلی سے روانہ ہوا تو راستے میں چار خونخوار شیر اپنی تلوار سے ہلاک کر دیئے۔

قطب الدین ایبک کی بعض جنگی فتوحات کو بھی طبقات ناصری کے مؤلف نے حذف کر دیا ہے مثلاً ہانسی کے پاس قطب الدین ایبک اور جبتوان کی جنگ کا ذکر طبقات ناصری میں بالکل نہیں۔ حالانکہ اس لڑائی میں قطب الدین ایبک کی فتح و کامرانی اس کی سپاہ گری کا بڑا کارنامہ ہے جو تاج المآثر ہی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔"(۹)

تاریخی واقعات کے ضمن میں اسی استناد کی بنیاد پر تاریخ ہند کے معتبر ترین اور مستند ماخذوں میں شمار ہوتا ہے اگرچہ عبارت آرائی اور تصنع و تکلف کی بنا پر زیادہ سے زیادہ سطروں سے کم سے کم معلومات حاصل ہوتی ہیں لیکن واقعاتی استناد برقرار رہتا ہے۔ تاج المآثر کی اسی اہمیت اور اولین تاریخی ماخذ ہونے کی بنا پر بعد میں آنے والے مورخین نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔

قاضی سدیدالدین عوفی۔ جوامع الحکایات ولوامع الروایات

عہد سلاطین کے دوسرے نامور مورخ قاضی سدید الدین عوفی ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے جا ملتا ہے۔ اس لئے اپنے نام کے ساتھ عوفی لکھتے ہیں۔ ۶۵۷ھ میں آپ ہندوستان تشریف لائے تو ناصر الدین قباچہ کے وزیر عین الملک نے اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اس طرح آپ کو معاشی لحاظ سے اطمینان حاصل ہوا اسی دوران آپ نے تصنیفی و تالیفی کام شروع کیا۔ اس لحاظ سے آپ کی دو کتابوں نے شہرت حاصل کی جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ لباب الالباب

۲۔ جوامع الحکایات ولوامع الروایات

لباب الالباب

یہ کتاب فارسی زبان کے قدیم شعراء کا تذکرہ ہے اس طرح ان قدیم شعراء کے کلام کے نمونے صرف اسی تذکرے سے ملتے ہیں۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کا انداز تحریر مسجع و مقفی اور عبارت آرائی سے بھرپور ہے۔(۱۰)

سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ لکھتے ہیں کہ

''فارسی کے بہت سے قدیم شعراء کے حالات اوران کی شاعری کے نمونے صرف اسی کتاب کی بدولت ملتے ہیں۔ گو مصنف نے اپنے زمانے کے مذاق کے مطابق شعراء کے حالات زیادہ تفصیل سے تو نہیں لکھے ہیں پھر بھی فارسی کے قدیم شعراء کی شاعری کے مطالعہ کے سلسلہ میں یہ کتاب اب تک بہت زیادہ قابل قدر سمجھی جاتی ہے۔ اس کی عبارت شروع سے آخر تک مسجع اور مرصع ہے جو عوفی کے ایک باکمال ادیب اور نثر نگار ہونے کا ثبوت ہے۔''(۱۱)

۲۔ جوامع الحکایات ولوامع الروایات

سلطان ناصر الدین الدین قباچہ کے حکم سے آپ نے یہ کتاب لکھنی شروع کی۔ اس کتاب کی حکایتوں کا بیشتر حصہ تاریخی رنگ کا حامل ہے۔ جس سے اس دور کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی زندگی کا ایک حسین مرقع سامنے آجاتا ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے اوراس میں کل اکیس سو تیرہ ۲۱۱۳ حکایتیں ہیں۔(۱۲)

سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ لکھتے ہیں

''اس کی بعض حکایتیں تاریخی لٹریچر کی حیثیت رکھتی ہیں اور بعض قصوں میں مذہبی علمی، سیاسی، معاشرتی اور عمرانی نکات پیش کئے گئے ہیں اور زیادہ تر ایسی کہانیاں ہیں جن میں اخلاقی اوصاف مثلاً عدل و حیاء، تواضع، عفو و کرم، حلم، بردباری، ہمت، رحم، ایثار، سخاوت، صبر، شکر، زہد، جدوجہد، سکوت، نطق محافظت عہد، امانتداری اور مکارم اخلاق کے سبق آموز پہلو کی وضاحت کی گئی ہے۔''(۱۳)

اس کا اردو ترجمہ انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام اختر شیرانی نے کیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۳ء میں ہندوستان سے اور دوسرا ایڈیشن کراچی سے ۱۹۹۴ء میں چھپا۔

۳۔ مولانا منہاج سراج جوزجانی۔ طبقات ناصری

ہندوستان کے عہد وسطیٰ کے نمایاں ترین مورخین میں سے مولانا منہاج الدین جوزجانیؒ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کے جد امجد امام عبدالخالق ''جرجان'' سے سلطان ابراہیم کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔ آپ سلطان ناصر الدین قباچہ کے دربار سے وابستہ ہوئے اور غیر معمولی صلاحیتوں کی بنا پر جلد ہی بادشاہ

کا تقرب حاصل کر لیا۔ (۱۴)

طبقات ناصری

عہد سلاطین پر مستند تاریخی حیثیت کی حامل یہ تصنیف بائیس ۲۲ طبقوں پر مشتمل ہے۔ پہلے دس طبقوں میں انبیائے کرام، خلفائے راشدین، خلفائے بنو امیہ و عباس اور اس کے ساتھ ساتھ ملوک عجم و یمن کا ذکر کیا گیا۔ برصغیر پاک و ہند کے حالات گیارھویں، انیسویں، بیسویں، اکیسویں اور بائیسویں ابواب میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کہیں کہیں مصنف نے اپنے احوال و آثار بھی متفرق طور پر بیان کئے ہیں۔ (۱۵)

منہاج سراج جوزجانیؒ نے اپنی تاریخ کو وسیع تناظر کے ساتھ اور واقعات کے بیان میں انتہائی مورخانہ نکتہ سنجیوں اور مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ خلیق نظامی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"Minhaj's approach as a historian was determined by his family background and the circumstances of his life. Many political, social and religious and political problems of the period. His family has long background of loyal relations with the Khilafat at Baghdad, Ghur and Ghaznin the members of his family were known for thier diplomatic finesse and were often employed as envoys and last but not the least, the family enjoyed a reputation for its religious scholarship and piety." (16)

مولف بزم مملوکیہ لکھتے ہیں کہ

''دہلی کے مملوک سلاطین پر دو ہی معاصر تاریخی تصانیف ہیں ایک تاج المآثر اور دوسری طبقات ناصری۔ تاج المآثر اپنی مسجع اور مقفی عبارت کی وجہ سے زیادہ مقبول نہ ہوسکی۔ اس کے برعکس طبقات ناصری کچھ ایسی سادہ سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھی ہوئی ہے کہ پڑھنے والوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ مولف نے تمام واقعات کو حاشیہ آرائی اور رنگ آمیزی کے بغیر سیدھے سادھے طریقے پر لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے صحیح اور مستند سمجھنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا، ہندوستان کے مملوک سلاطین کے عہد کے لئے یہ تاریخ بہت ہی قیمتی و مستند ماخذ کا درجہ رکھتی ہے اور ہر دور کے مورخ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔'' (۱۷)

۴۔ محمد بن علی بن حامد کوفی۔ چچ نامہ

تاریخ ہند سے متعلق قدیم کتاب ''چچ نامہ'' ناصر الدین قباچہ کے عہد میں عربی سے فارسی میں ترجمہ کی گئی۔ اور ناصر الدین قباچہ کے وزیر عین الملک کے نام مسنون ہوئی یہ تاریخی کتاب ''منہاج المسالک''، ''فتح نامہ'' اور ''تاریخ

ہندوسندھ'' کے ناموں سے بھی مشہور ومعروف ہے چونکہ اس کے مصنف کا کوئی پتہ نہیں چل سکا اس لئے اب مترجم محمد بن علی بن حامد کوفی کی حیثیت مستقل مصنف کی ہوگئی ہے۔(۱۸)

مترجم علی بن حامد کوفی کتاب کے ترجمے کے حوالے سے لکھتا ہے کہ

"استخبار کرده ام، و گفت: تاریخ ابن فتح بخط آباء و اجداد مابلغة حجازی در کتاب مسطور است، واز یکدیگر میراث شده بورثه میرسد فاما چون درپردۂ تازی و حجاب حجازی بود، درمیان اهل عجم منتشر نشد۔"

چون بنده را برآن کتاب اطلاع افتاد، کتابی بود بجواهر حکمت آراسته، وبدرر موعظت پیراسته، واصناف شجاعت و مردانگی اهل عرب و شام در وی مبرهن، وانواع شهامت وفرزانگی در وی متمکن هر حصاری که فتح شد از وی فتوحی بود، و شب کفر و ضلالت را صبوحی اوهر نواحی که در آن ایام بعز اسلام مشرف گشت و مسلم شد، بمنابر و مساجد نوری گرفت، واز عباد و زهاد سروری یافت، والی یومنا هذا هر روز آن نواحی بجمال اسلام و دیانت و کمال علم و امانت ازدیاد می پذیرد و هر دوران از بندگان دولت محمدی برتخت مملکت و سلطنت استقامت هی باید تابه تجدید زنگ ضلالت از روی آئینه اسلام می زداید۔(۱۹)

ترجمہ:

''میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ اس فتح کی تاریخ ان کے آباؤ واجداد کی تحریر کردہ حجازی زبان (عربی) میں ایک کتاب (کی شکل) میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ جو ایک سے دوسرے کے ورثے میں آتی رہی چونکہ یہ عربی کے حجاب اور حجازی کے نقاب میں چھپی ہوئی تھی اس لئے عجمیوں (غیر عربوں میں مشہور نہیں ہوئی) جب میں اس کتاب سے واقف ہوا تو دیکھا کہ یہ کتاب حکمت کے جواہر سے آراستہ اور نصیحت کے موتیوں سے پیراستہ ایک کتاب تھی جس میں عربوں اور شامیوں کی شجاعت اور مردانگی کی کئی قسمیں واضح تھیں اور رعب و دانائی ان سے ظاہر تھی۔ جو بھی قلعہ فتح ہوا اس سے دولت ہاتھ اکٹھی کی۔ کفر و گمراہی کی رات کے لئے صبح ظاہر ہوئی۔ ان دنوں جو بھی علاقہ ہاتھ آیا اسلام کی عزت سے مشرف ہوا۔ تو اسے مسجدوں اور منبروں سے نور اور عابدوں اور زاہدوں سے سرور حاصل ہوا۔ اور آج تک اس نواح میں ہر روز اسلام اور دینداری کے جمال اور علم و امانت کے کمال میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور ہر زمانے میں دولت محمدی ﷺ کا کوئی بھی غلام جب بھی ملک اور سلطنت کے تخت پر متمکن ہوتا ہے تو نئے سرے سے اسلام کے آئینے سے گمراہی کا رنگ صاف کرتا ہے۔''

۵۔ امیر خسروؒ (م۱۱۹۳ء)(۲۰)

عہد وسطیٰ کے تاریخی ادب میں حضرت امیر خسروؒ کے دواوین اور مثنویاں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کی ان تصنیفات میں اس دور کی سیاسی وسماجی حالت اور تہذیبی وتمدنی نقوش صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنی عمر

کے بہتر برسوں میں سات سلاطین کا زمانہ دیکھا تھا اس تناظر میں آپ کی تصانیف اس زمانے کا آئینہ ہیں۔ جن میں اخلاقی قدروں کے ساتھ تہذیبی وتمدنی رنگا رنگی، پند ونصیحت، حکمت ومعرفت غرض سارے پہلو سامنے آتے ہیں۔

اسی حوالے سے آپ کی درج ذیل تصانیف سامنے آتی ہیں

۱۔ قران السعدین	۲۔ مفتاح الفتوح
۳۔ دول رانی خضر خان	۴۔ مثنوی نہ سپہر
۵۔ تغلق نامہ	۶۔ خزائن الفتوح

تاریخ ادبیات پاکستان وہند کے مقالہ نگار آپ کی مثنویوں کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''یہ مثنویاں ایک چشم دید گواہ کا بیان ہونے کی وجہ سے اعلیٰ تاریخی ماخذ شمار ہوتی ہیں اسلوب بیان میں صراحت و وضاحت کا پہلو نمایاں ہے۔ شاعرانہ مبالغے اور ایہام وابہام سے کام نہیں لیا گیا۔'' (۲۱)

اگرچہ آپ کی نمایاں ترین حیثیت بحیثیت شاعر کے ہے لیکن اس کے باوجود جس محنت اور دیانتداری کے ساتھ جس واقعہ کو لکھا ہے وہ دیگر تاریخی ماخذوں میں اس طرح نہیں پائے جاتے گویا آپ کی مثنویاں اور دواوین ایک بلند پایہ شعری معیار کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کی تاریخ کا ایک بیش قیمت مرقع ہیں۔

پروفیسر سید حسن عسکری آپ کی تصانیف کی تاریخی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"If the function of the historian is to enlighten and illuminate by throwing fresh, almost new, light on, and adding to the existing stock of knowledge of the past, then the wealth of solid, factual information, not available elsewhere, and furnished by Amir Khusrau's works, specially the Miftah, Khazain, and Tughlaq-Nama, entitle the author to be called a historian. Though the Ashiqa, Nu Siphir, Qiran-us-Saadain and even the Risail-i-Ijaz are not wanting in valuable information of political value, they are works of solid worth for those working in the field of social and cultural history." (22)

ترجمہ:

''اگر مورخ کا کام یہ ہے کہ تازہ اور تقریباً نئی روشنی ڈال اور ماضی کے ذخیرہ علم میں اضافہ کر کے واقعات کی زیادہ تشریح کرے، تو ٹھوس حقیقی معلومات کا جو خزانہ امیر خسروؒ کی کتابوں خصوصاً مفتاح، خزائن اور تغلق نامہ میں

ملتا ہے اور کسی کتاب میں نہیں ملتا حالانکہ عاشقہ، نوح سپہر، قران السعدین اور کسی حد تک رسائل اعجاز میں بھی سیاسی اہمیت کی قابل قدر معلومات کچھ کم نہیں لیکن یہ کتابیں ان لوگوں کو بڑی ٹھوس معلومات فراہم کرسکتی ہیں جو سماجی اور تہذیبی تاریخ پر کام کررہے ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں کہ

"That the works of Amir Khusrau Form a handy mine of factual information, which should not be taken to be historical irrelevancies, can be easily established. The historian Barani, at times, quotes him to confirm some of his views. In many particulars Barani's assertions are supplemented by the facts furnished by Amir Khusrau. There are many things which are found in his work alone". (23)

ترجمہ:

"یہ بات آسانی سے ثابت کی جاسکتی ہے کہ امیر خسروؒ کی کتابیں حقیقی معلومات کی بنی بنائی کان ہیں اور انہیں یہ کہہ کر تاریخی اعتبار سے بے تکی باتیں لکھی ہیں رد نہیں کرنا چاہیے۔ مورخ برنی اپنے نظریات کے ثبوت میں بعض اوقات انہی کے حوالے دیتا ہے بہت سی تفصیلات کے سلسلے میں برنی کے دعووں کو ان حقائق سے تقویت ملتی ہے جو امیر خسروؒ نے دیئے ہیں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو صرف انہی کی کتابوں میں ملتی ہیں۔"

الغرض عہد وسطیٰ کے تاریخی ادب میں امیر خسروؒ کے دواوین اور مثنویوں کی اہمیت کسی حیثیت سے بھی کمتر نہیں آپ نے عہد وسطیٰ کے تاریخی ادب جو اضافہ کیا وہ اپنی اہمیت کی بناء پر مورخین کی ہمیشہ راہنمائی کرتا رہے گا۔

۶۔ ضیاءالدین برنی۔ تاریخ فیروز شاہی

برصغیر پاک وہند میں علم تاریخ کے سرتاج ضیاءالدین برنیؒ "برن" میں پیدا ہوئے۔ جس کا موجودہ نام "بلند شہر" ہے۔ ضیاءالدین برنیؒ نے اپنی تاریخ میں کہیں کہیں ضمناً اپنے اور اپنے خاندان کے حالات کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ ان بیانات سے آپ کے اور آپ کے خاندان کے حالات پر قدرے روشنی پڑتی ہے لیکن اتنا زیادہ نہیں کہ اس سے کوئی مکمل معلومات حاصل ہوسکیں۔ ضیاءالدین برنیؒ نے اپنی تاریخ ولادت کسی جگہ بیان نہیں کی اور نہ ہی کسی اور تذکرہ میں ملتی ہے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے گھر پر ہی حاصل کی چونکہ آپ کے باپ اور چچا کا شمار دہلی کے سربرآوردہ امراء میں ہوتا تھا اسی وجہ سے آپ کو ہر قسم کی سہولتیں میسر تھیں۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد سلطان محمد تغلق کے ندیم مقرر ہوئے اور سترہ

اٹھارہ برس سلطان محمد تغلق کی صحبت میں گزارے۔ (۲۴)

صاحب سیر الاولیاء نے آپ کی درج ذیل تصانیف درج کی ہیں

۱۔ ثنائے محمدی صلعم ۲۔ صلوٰۃ کبیر

۳۔ عنایت نامہ ۴۔ ماثر سادات

۵۔ حسرت نامہ ۶۔ تاریخ ال برمک ۷۔ تاریخ فیروز شاہی (۲۵)

سب سے مشہور ترین کتاب آپ کی ''تاریخ فیروز شاہی'' ہے اور اسی کی بدولت آپ کا نام زندہ ہے۔ ضیاء الدین برنیؒ کو تاریخ سے خصوصی دلچسپی تھی اگرچہ آپ نے مختلف علوم وفنون کی بہت سی کتابیں مطالعہ کیں تھیں لیکن سب سے زیادہ آپ تاریخ کو عزیز رکھتے تھے۔ آپ نے اس کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔ تاریخ کے ساتھ اپنی وابستگی کے حوالے سے لکھتے ہیں

"چنیں گوید بندہ گنھگار امیدوار مغفرت پروردگار ضیاء برنی که عمر بندہ درتصفح کتب گزشته است ، ودر هرعلمی بسی تصانیف سلف و خلف، مطالعه کرده ام، و بعد علم تفسیر و حدیث و فقه وطریقت مشائخ در، هیچ علمی چندان منافع مشاهده نه کرده ام که در علم تاریخ۔" (٢٦)

ترجمہ:

''بندہ گنہگار، مغفرت کا امیدوار ضیاء برنی جس کی عمر کتابوں کے مطالعہ میں گزری ہے اور جس نے ہر علم پر متقدین اور متاخرین کی تصانیف کا بہ کثرت مطالعہ کیا ہے۔ عرض کرتا ہے کہ علم تفسیر، حدیث، فقہ اور طریقت مشائخ کے بعد میں نے کسی دوسرے شعبہ علم میں اس قدر فوائد نہیں دیکھے جتنے تاریخ میں ہیں۔''

علم تاریخ کے موضوع اور اس کے فوائد اور شرائط پر ضیاء الدین برنیؒ نے ایک طویل مقدمہ حمد ونعت ومنقبت صحابہ کے بعد لکھا ہے۔ تاریخ کا موضوع آپ کے نزدیک انبیاء، خلفاء، سلاطین و بزرگان دین کے اخبار ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

"دانستن آثار و اخبار انبیاء وخلفاء وسلاطین و بزرگان دین و دولت علم تاریخ است و اشتغال علم تاریخ به بزرگان دین و دولت، که به کمالات موصوف بودند و به بزرگیها درمیان مردم معروفو مشهور شده باشند، مختص است، واراذل و اسافل و ناشایستگان ونا بایستگان و دونان ودون همتان و مجهولان و لئیمان و بی سروپایان و واماندگان و کم اصلان و بازاریان را در علم تاریخ نه نسبت بود نه پیشه ونه حرفت ایشان باشد۔ وطوائف مذکور را دانستن علم تاریخ هیچ منفعتی نه کند، و در هیچ محلی به هیچ کار نیاید زیرا که علم تاریخ اخبار اوصاف بزرگی و ذکر محامد ومناقب و ماثر بزرگان دین و دولت است نه ذکر رذایل و اراذل واسافل و کم اصلان و بازاریان۔"(٢٧)

تاریخ کے موضوع اور فوائد سے بحث کرنے کے بعد آپ تاریخ نگاری کی شرائط سے بحث کرتے ہیں آپ کے نزدیک مورخ کا سب سے مقدم فرض راست بازی اور راست نگاری ہے۔ آپ کے خیال میں مورخ کے لئے دیندار ہونا اشد ضروری ہے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں

"مولف تاریخ هم از اهل اعتماد باید وهم به صدق و عدالت مشهور و مذکوره باید تا در نبشته بی سند او اعتقاد مطالعه کنندگان راسخ گردد و درمیان معتبران اعتبار گیرد و نیز مورخ چنانکه از اکابر و معارف می باید سلامتی دین و مذهب اوهم شرط نوشتن تاریخ است۔"(۲۸)

آگے تاریخ نویسی کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"وشرطی که از لوازم شروط تاریخ نویسی است آن است که بر مورخ از روی دین داری واجب و لازم است که چون فضایل و خیرات وعدل و احسان بادشاهی و بزرگی بنویسد، باید که مقابح ورذایل اورا مستور نه دارد۔ وطریقه منادمت در نوشتن تاریخ معمول نه کند و اگر مصلحت بیند به صریح در قلم آرد والا به رمز و اشارت و کنایت زیرکان وفهیمان را بیاگاهاند و اگر از خوفی و هراسی معارزتی هم عهد و هم عصر نتواند نوشت، درآن معذور بود، ولیکن از گذشتگان باید که راستا راست نویسد۔ ونیز اگر مورخ را درعهدی و عصری از بادشاهی و یا از وزیری وبزرگی کوبشی و کوفتگی رسیده باشد، ویا نوازشی ونواختی زیادت یافته، باید که در آوان تالیف تاریخ لطف و قهر و نوازش و گزارش کسی اذ بزرگان منظور او نبود تا اذ نتائج آن برخلاف راستی فضیلتی ورذیلتی نابوده و معامله و ماجرای ناگزشته درقلم آرد۔ بلکه منظور مورخ دیناً و اعتقاداً و صدقاً و مذهباً نوشتن راستی و درستی بود و خوف او اذ جواب قیامت باشد۔ و برمورخ واجب ولازم است که از طرق و طرایق کذابان و مداحان ومبالغت شاعران و دروغ زنان و سخن ارایان در نوشتن تاریخ احتراز کلی واجب شناسد که طوائف مذکور خرمهره را یاقوت و لعل گویند و از طمع خود سنگریزه را جوهر گرانمایه نام نهند۔ واحسن نوستشها واختراع هاں ایشان اکذب ایشان باشد۔ فاما هرچه صاحب تاریخ نویسد بر نوشت او دیگران اعتماد کنند که اگر دروغ باشد مولف بدان زیان زده شود و نوشته او و میان او و درمیان خدای ت عالیٰ حجت گردد۔ وفرادی قیامت مولف کذاب به سخت ترین عذاب و عقاب درماند۔" (۲۹)

ڈاکٹر خلیق احمد نظامی برنیؒ کی راست گوئی اور دیانتداری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"Barani was, to all intents and purposes, a fairly honest historian. He did not suppress facts or distort them, however unpalatable they might have been to him or his family." (30)

ترجمہ:

''برنی عملاً ایک خاصہ دیانتدار مورخ تھا۔ حقائق اس کے اپنے یا اس کے خاندان کے لئے کتنے ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہوں وہ نہ انہیں چھپاتا ہے اور نہ مسخ کرتا ہے۔''

تاریخ فیروز شاہی میں حسب ذیل سلاطین دہلی کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

۱۔ سلطان غیاث الدین بلبن	بیس برس	(۶۶۴-۶۸۶ھ ۱۲۶۶-۱۲۸۷ء)
۲۔ سلطان معز الدین کیقباد	تین برس	(۶۸۶-۶۸۹ھ، ۱۲۸۷-۱۲۹۰ء)
۳۔ سلطان جلال الدین خلجی	سات برس	(۶۸۹-۶۹۵ھ، ۱۲۹۰-۱۲۹۶ء)
۴۔ سلطان علاء الدین خلجی	بیس برس	(۶۹۵-۷۱۵ھ، ۱۲۹۶-۱۳۱۶ء)
۵۔ سلطان قطب الدین مبارکشاہ خلجی	چار برس ۴ ماہ	(۷۱۶-۷۲۰ھ، ۱۳۱۶-۱۳۲۱ء)
۶۔ سلطان غیاث الدین تغلق	۴ برس چند ماہ	(۷۲۰-۷۵۲ھ، ۱۳۲۵-۱۳۵۱ء)
۷۔ سلطان محمد بن تغلق	۲۰ برس	(۷۲۵-۷۵۲ھ، ۱۳۲۵-۱۳۵۱ء)
۸۔ سلطان فیروز شاہ	۶ برس (ابتدائی)	(۷۵۲-۷۵۸ھ، ۱۳۵۱-۱۳۵۷ء) (۳۱)

عہد سلاطین کے بعد شاہان مغلیہ کے عہد میں فن تاریخ نگاری نے ارباب علم وفن کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ اس عہد میں لکھی گئی تواریخ، کثرت تعداد عمدہ معیار اور واقعات میں استناد کے لحاظ سے بیش بہا ذخیرہ ہیں۔ لہذا اگر ہم تاریخ نویسی کے لحاظ سے اس عہد کو ایک زریں دور کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

شاہان مغلیہ کے عہد میں لکھی گئی تواریخ کو ہم درج ذیل گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ بادشاہوں اور دوسرے شاہی خاندان کے افراد کے خودنوشت سوانح بادشاہوں اور دوسرے اشخاص کے خودنوشت سوانح مثلاً بابر نامہ، ہمایوں نامہ، تزک بابری، تزک جہانگیری وغیرہ اس دور کے سیاسی وسماجی حالات واقعات کے جاننے کا مستند ذریعہ ہیں۔ ان میں احوال واقعات کا بیان ہے۔ تزک بابری کے حوالے سے سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ لکھتے ہیں کہ

''بابر کی تزک بابری جس کا شمار آج بھی دنیا کے بہترین علمی اور تاریخی سرمایہ میں کیا جاتا ہے، اور ہر ملک کے ارباب کمال نے بڑے ذوق وشوق سے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے ترجمے کئے ہیں۔ یہ کتاب بابر نے اپنی مادری زبان ترکی میں لکھی تھی، ترکی کسی زمانہ میں اعلیٰ قسم کی علمی زبان نہیں رہی، لیکن بابر نے اپنی غیر معمولی ذہانت اور طباعی سے اس زبان میں بھی ایسا سلیس، لطیف اور شگفتہ طرز بیان اختیار کیا کہ اس کی کتاب ارباب علم وفن کے لیے جاذب توجہ ہوگئی اور اس کے ترجمہ میں پڑھنے والے کو وہی لذت محسوس ہوتی ہے جو ترکی جاننے

والوں کو اصل کتاب میں ملتی ہوگی، ابوالفضل مؤلف اکبر نامہ بلاشبہ دنیا کے اعلیٰ انشا پردازوں میں ہے، وہ تزک بابری کی فصاحت اور بلاغت کی طرف ان الفاظ میں کرتا ہے

"و واقعات خود را از ابتداے سلطنت خود تاحال ارتحال از قرار واقع بعبارت فصیح و بلیغ نوشته اند"

پھر اس کتاب کی گونا گوں خوبیوں میں رطب اللسان ہوتا ہے

"دستور العملیست بجهت فرما نروایان عالم، وقانو نیست در آموختن اندیشهای درست وفکر هاے صحیح برائے تجربت پذیران و دانش آموزان روزگار او آن دستور العمل دولت و اقبال را بموجب حکم مطاع شنهشاهی بتاریخ سی و چهار والهی وقتیکه رایات عالیات از گلشگت بهارستان کشمیر و کابل مراجعت فرموده بود میرزا خان خانخانان بن بیرم خان بفارسی ترجمه نمود تا فیض خاص الخاص آن بعموم تشنه لبان رشحات سعادت فائز شود و گنج پنها او در نظرتهی دستان دانش آشکارا اگردد۔" (۳۲)

۲۔ Official Histories

وہ تاریخیں جو بادشاہوں کے حکم سے ان کی سرپرستی اور نگرانی میں لکھی گئیں جیسے قانون ہمایونی، اکبر نامہ، اقبال نامہ جہانگیری، عبدالحمید لاہوری کا بادشاہ نامہ اور عالمگیر نامہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان تواریخ میں واقعات کے بیان میں ترتیب روز بروز ماہ بماہ یا سال ہا سال پیش نظر ہے۔

۳۔ عمومی تواریخ General non-official Histories

عمومی تاریخیں یعنی برصغیر میں اسلامی تاریخ کے آغاز سے مصنف کے اپنے عہد تک کے حالات پر محیط کتب شامل ہیں۔ اس حوالے سے عہد بابر کے لئے زین الدینؒ کی ''واقعات بابری'' جس کا زیادہ تر انحصار تزک بابری پر رہا ہے لیکن اس میں مصنف نے اپنی طرف سے کافی مفید اضافے کئے ہیں۔ اسکا آغاز بابر کے ہندوستان پر آخری حملہ سے ہوتا ہے۔ عہد ہمایوں کے حوالے سے مرزا احمد حیدر دوغلت کاشغری کی ''تاریخ رشیدی'' سرفہرست ہے۔ اس کے کوئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ انگریزی ترجمہ بعنوان

"Tarik-i-Rashidi of Mirza Muhammad Haider Doughlat (A History of the "Moghuls of Central Asia)

کے نام سے E.D. Ross نے کیا ہے جو کہ ۱۸۹۸ء میں لندن سے چھپا ہے۔ (۳۳) تاریخ رشیدی کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ جامعہ پنجاب لاہور کے ذخیرہ شیرانی میں موجود ہے۔

عہد ہمایوں کی دیگر عمومی تواریخ میں ابراہیم بن جریر کی ''تاریخ ہمایونی'' جو کہ آفرینش عالم سے لے کر ۹۵۸ھ تک کے حالات واقعات پر مشتمل ہے۔ اہمیت کی حامل ہے ایران سے طبع ہو چکی ہے۔ عدم دستیابی کی وجہ سے

مزید تفصیلات مہیا کرنا ممکن نہیں۔

عہد ہمایوں کے حوالے سے جوھر آفتابچی کی ''تذکرہ الواقعات ہمایوں'' بھی اہمیت کی حامل ہے۔ ۹۹۵ھ میں یہ کتاب لکھی گئی۔ کتاب کے زیادہ تر مباحث عہد ہمایوں ہی سے متعلق ہیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ

Dr. Major Stewart نے "The Private Memories of Emeror Humayun" کے نام سے کیا۔ جو ۱۹۰۴ء میں کلکتہ سے چھپا۔ لندن سے بھی اس کا ایک ایڈیشن نکلا ہے۔ جس کی تفصیل نہیں مل سکی۔

اردو ترجمہ ڈاکٹر سید معین الحقؒ نے ''تذکرہ الواقعات جوہر'' کے نام سے کیا ہے۔ (۳۴)

عہد ہمایوں کی دیگر تواریخ میں بایزید بیات کی ''تاریخ ہمایوں'' خواندمیر کا ''ہمایوں نامہ'' اور شیخ داداللہ فیضی سرہندی کی ''تاریخ ہمایوں شاہی'' شامل ہیں۔

بایزید بیات کی تاریخ کا انگریزی ترجمہ

"The Journal of the Asiatic Society of Bengal" کی ۱۸۹۸ء کی مختلف اشاعتوں میں چھپ کر سامنے آیا ہے۔ (۳۵)

خواندمیر کے ہمایوں نامہ کا انگریزی ترجمہ Elliot نے اپنی کتاب

"The History of India as told by its own Historians." (36) کے لئے کیا ہے

یہ انگریزی ترجمہ عہد ہمایوں کے واقعات پر مشتمل ہے مکمل نہیں ہے۔

شیخ داداللہ فیضی سرہندی کی ''تاریخ ہمایوں شاہی'' کا خطی نسخہ ذخیرہ شیرانی جامعہ پنجاب میں موجود ہے۔ اس کتاب میں اکبر کے عہد تک کے حالات شامل ہیں۔

اکبری عہد (۹۶۳-۱۰۱۴ھ) کے مورخین کی فہرست میں نظام الدین بخشی کی طبقات اکبری، عبدالقادر بدیوانی کی ''منتخب التواریخ'' ملا احمد تتوی کی ''تاریخ الفی'' ابوالفضل کا ''اکبر نامہ'' قاسم فرشتہ کی ''تاریخ فرشتہ'' نمایاں اہمیت کی حامل ہیں۔ (۳۷)

عہد جہانگیری کے لحاظ سے عمومی تواریخ میں ''روضۃ الطاہرین یا تاریخ طاہری'' از خواجہ محمد طاہر سبزواری کو اہمیت حاصل ہے۔ دیگر تاریخی کتب میں حسن بیگ کی ''منتخب التواریخ'' خواجہ نعمت اللہ ہروی کی ''تاریخ خانجہانی ومخزن افغانی'' خواجہ عبدالباقی نہاوندی کی ''ماثر رحیمی'' شامل ہیں۔ محمد امین بلخی کی عمومی تاریخ ''انفع الاخبار'' بھی عہد جہانگیری میں تالیف کی گئی۔ مصنف نے کتاب کے اندر جن ماخذوں سے استفادہ کیا ہے۔ اس کی ایک فہرست بھی دی ہے جن میں ''تاریخ گزیدہ''، ''روضۃ الصفا''، ''طبقات بابری''، ''اکبر نامہ'' اور ''ماثر رحیمی'' شامل ہیں۔ (۳۸)

معتمد خان کی تاریخ ''اقبال نامہ جہانگیری'' دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ بابر، ہمایوں اور اکبر کے دور کے

واقعات پر مشتمل ہے دوسرے حصے میں عہد جہانگیر کے احوال وآثار بیان کئے گئے ہیں۔(۳۹)

عہد شاہ جہان میں لکھی گئی تواریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو سرفہرست محمد شریف دکن کی ''مجالس السلاطین'' کا نام آتا ہے۔ دیگر عمومی تواریخ میں محمد صادق دہلوی کی ''آثار شاہ جہانی یا اخبار جہانگیری'' مرزا جلال الدین طباطبائی کی ''بادشاہ نامہ'' محمد یوسف اتکی کی ''منتخب التواریخ'' (جو کہ عہد مغلیہ پر جامع ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے) شامل ہیں۔(۴۰)

عہد عالمگیری جو کہ تاریخ نویسی کے لحاظ سے انتہائی شاندار دور ہے۔اس میں تاریخیں کثرت سے لکھی گئیں۔ نمایاں ترین ناموں میں محمد کاظم مولف ''عالمگیر نامہ خافی خان'' مولف ''منتخب اللباب''، محمد صالح کنبوہ مولف ''عمل صالح سبحان رائے بٹالوی''، ''خلاصۃ التواریخ'' وغیرہ شامل ہیں۔(۴۱)

۴۔ ریاستوں اور صوبوں سے متعلق تاریخیں Provincial Histories

وہ تاریخیں جو چھوٹی ریاستوں اور صوبوں سے متعلق ہیں۔اس حوالے سے نور اللہ کی ''تاریخ بیجاپور'' گولکنڈہ کے تاریخی احوال و واقعات کے حوالے سے ''تاریخ محمد قطب شاہ'' اورنگزیب عالمگیرؒ کی فتح گولکنڈہ کے حوالے سے ''قطب نامہ'' دکنی ریاستوں کے عہد اورنگزیب کے واقعات کے لحاظ سے ''نقش دل کشا'' تاریخ سندھ کے حوالے سے محمد معصوم کی ''تاریخ سندھ'' محمد طاہر کی ''تاریخ طاہری'' گجرات کی تاریخ کے حوالے سے سکندر بن محمد کی ''مرأۃ سکندری''، مرأۃ احمدی'' اور علی تراب کی ''تاریخ گجرات'' وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب تواریخ ہندو پاک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے تمدنی وتہذیبی حالات کو جاننے اور سمجھنے کا مستند ذریعہ ہیں۔(۴۲)

۵۔ خاص مہمات اور واقعات کی تاریخ جیسے ''جنگ نامہ'' از نعمت اللہ حان، شش فتح کانگڑہ وغیرہ شامل ہیں۔اس طرح کی تواریخ میں کسی ایک مہم یا فتح کے احوال تفصیل سے قلمبند کئے گئے۔(۴۳)

درج بالا تواریخ کی اقسام کے علاوہ عہد مغلیہ کی ادبی تحریریں، غیر ملکیوں کے سفرناماہائے ہندوستان، صوفیاء و مشائخ کے تذکرے ملفوظات اور مکاتیب بھی اس دور کے حالات و واقعات اور ان کے سیاسی وسماجی و معاشرتی پس منظر سے آگہی کا مستند ذریعہ ہیں۔اور ان کی اہمیت تاریخی ادب سے کسی طرح کم نہیں اور ہندوستان میں مسلم تاریخ نویسی کے ارتقاء اور تدوین کے لحاظ سے ان کی اہمیت خام مواد کی طرح ہے۔جن کو مورخین نے اپنی تواریخ میں استعمال کیا۔اور اس مواد کو اس طرح مربوط شکل میں پیش کیا کہ اب وہ اسی تاریخی سانچے میں ڈھل چکا ہے اور اس کی اہمیت اب تاریخ کی طرح ہوگئی ہے۔

الغرض عہد سلاطین اور شاہان مغلیہ کے عہد کی تاریخ نویسی کے اس مختصر جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان مسلمان مورخین کے ہاں تاریخ، عبرت وموعظت کا خزانہ ہے اور ان کے نزدیک تاریخ نگاری کا اصل مقصد صحت و ترتیب و واقعات کے ساتھ ساتھ اخلاق آموزی بھی ہے۔چونکہ اس دور کے جتنے بھی مورخین ہیں وہ سب اس نظام

حکومت سے منسلک ہونے کی بنیاد پر اس عہد کے اخلاقی سیاسی اور تمدنی تصورات اور اس عہد کے متداول خیالات کی روح کو پورے طور پر سمجھتے تھے اور اس وسیع سلطنت میں جو انقلابات رونما ہو رہے تھے ان کی حیثیت ان واقعات کے لحاظ سے چشم دید گواہوں کی تھی۔ لہذا انہوں نے جو بھی واقعات لکھے ان کی بنیاد زبانی روایات اور ذاتی مشاہدات ہیں۔ اس لئے دوران تحریر انہوں نے نہ کہیں تصنع کو جگہ دی ہے اور نہ فریب کاری کے ذریعے واقعات کو گڈمڈ کرنے کی کوشش کی ہے۔ تصنع اور تعصب سے اسی اجتناب کی بنیاد پر ان کے ہاں جو مورخانہ وسعت نظری ہے اس کی داد غیر مسلم اہل قلم نے بھی دی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سید صباح الدین عبدالرحمنؒ، ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ص۵۲، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، انڈیا، ۱۹۸۷ء

۲۔ ڈاکٹر گستاولی بان، تمدن ہند، مترجم علی بلگرامی، مقبول اکیڈمی اردو بازار لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۴۶، ۱۴۷

3. M.M. Sharif, A History of Muslim PHilosophy, "Histiriography" by Dr. Ishtiaiq Hussain Qureshi, Royal Book Company, Karachi, 1983, P.1195-1219/2.

۴۔ سید صباح الدین عبدالرحمنؒ، بزم تیموریہ، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۴۸ء، ص ۶۹

۵۔ ندوی، سید سلیمان، ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد میں ہندوؤں کی تعلیمی و علمی ترقی، اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۳۳ تا ۵۷

6. Khaliq Ahmad Nizami, On History and Historians of Medieval India, Munshiram Manoharlal India, 1983, P.57

۷۔ حسن نظامی، تاج المآثر، تحقیق فواد روحانی، کتابفروش زوار، تہران، ایران، س۔ن

8. Nizami, Khaliq Ahmad, On History and Historians of Medieval India, P.61.

۹۔ سید صباح الدین عبدالرحمنؒ، بزم مملوکیہ، پرنٹ لائن پبلشرز لاہور، مارچ ۲۰۰۱، ص ۲۱، ۲۲

۱۰۔ محمد عوفی، سدید الدین، لباب الالباب، تحقیق ایڈورڈ براؤن، مطبع بریل لیڈن، ۱۹۰۶ء

۱۱۔ سید صباح الدین عبدالرحمنؒ، بزم مملوکیہ، ص ۴۷

۱۲۔ عوفی، سدید الدین، جوامع الحکایات والوامع الروایات، تحقیق ڈاکٹر محمد معین دانشگاہ ایران، س۔ن

۱۳۔ سید صباح الدین عبدالرحمنؒ، بزم مملوکیہ، ص ۴۹

۱۴۔ بزم مملوکیہ، ص ۴۰، ۴۱، ۴۲

۱۵۔ منہاج سراج، طبقات ناصری تحقیق و تعلیق، عبدالحئی حبیبی قندھاری، کوئٹہ، ۱۹۵۹ء

16. Khaliq Nizami, On history and historians of Medienal, India, P.76

۱۷۔ بزم مملوکیہ، ص ۴۲

۱۸۔ چوہدری نبی احمد سندھلوی، تذکرہ مورخین، اقبال پبلشرز، کراچی، جولائی ۱۹۶۹ء ص ۲۱، بزم مملوکیہ، ص

۱۹۔ علی بن حامد کوفی، چچ نامہ، تحقیق و تدوین، محمد داؤد پوتہ، ص ۱۰، مجلس مخطوطات فارسی، حیدرآباد دکن، ۱۹۳۹ء

۲۰۔ ڈاکٹر وحید مرزا، امیر خسروؒ، نیشنل امیر خسروؒ سوسائٹی دہلی ۱۹۸۶ء، ص ۲۸

۲۱۔ کیپٹن ریٹائرڈ فیاض احمد، تاریخ ادبیات پاکستان و ہند، ۲۱۱/۱، جامعہ پنجاب، لاہور ۱۹۸۴ء

22. S. Hasan Askari, Amir Khusru as a historian, Khuda Bakhsh Oriental Public

Library Patna, 1988, p.10.

23. S. Hasan Askari, Amir Khusrau as a historian, 1988, p.11

24. Barani, Syed Hassan, Ziauddin Barani, Islamic Culture, Jan.1938, p.76-97

۲۵۔ میر خورد، سیر الاولیاء منزل نقشبندیہ کشمیری بازار، لاہور، س،ن، ص۲۷۲

۲۶۔ ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۷ء، ص ۱/۱۱، ۱۰

۲۷۔ ایضاً، ص ۱/۱۱

۲۸۔ تاریخ فیروز شاہی، شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۷ء، ص ۱/۱۶، ۱۷

۲۹۔ ایضاً، ص ۱/۱۸، ۱۹، ۲۰

30. Khaliq Ahmad Nazami, On History and Historians of Medieval India, p.134

۳۱۔ برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۱ تا ۲۳

۳۲۔ بزم تیموریہ، ص ۱۱، ۱۲

33. C.A. Storey, Persian Literature, A bio-Bibliographical Survey, London, 1970, p.274.

۳۴۔ جوہر آفتابچی، تذکرۃ الواقعات ہمایوں اردو ترجمہ، سید معین الحق، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۰۰ء

35. Sri Ram Sharma, A Bibliography of Mughal India, Karnatak Publishing House Bombay, P.35,36,37)

36. Elliot and Dowson, History of India as told by its own Historian Vol.5, Islamic Book Service Lahore, 1976, p.308-373.

37. Khaliq Ahmad Nizami, Studies in Medieval Indian History and Culture, Kitab Mahal Allah Abad, India, p.149-166.

38. Henry Elliot, Bibliographical index to the Historians of Muhammadan India, Calcutta, 1949, p.91

39. Sri Ram Sharma, A Bibliography of Mughal India, p.45,46

40. Banarsi Prasad, History of Shahjahan, Sushil Gupta Calcutta, 1958, p.17

41. Sarkar, Jadunath, History of Aurangzeb, Calcutta, 1912, p.112-123.

42. Sri Ram Sharma, A Bibliography of Mughal India, p.64-78

43. Elliot, Bibliographical Indiex to the Historians of Muhammadan India, p.27